سلسلہ اشاعت امامیہ مشن لکھنؤ نمبر ۳۱۱

از

نجمۃ العلماء مولانا سید کاظم صاحب قبلہ نقوی (نجف اشرف)

مطبوعہ

سرفراز قومی پریس لکھنؤ

قیمت ۲۰ نئے پیسے — محصول ۸ نئے پیسے

تعارف

حقانیت مذہب پر دلائل تو برابر پیش کیے جاتے رہے ہیں مگر یہ رسالہ ایک ایسے سوال کا جواب ہے جو دورِ حاضر میں اکثر اُٹھایا جاتا ہے کہ مذہب کی ضرورت زمانہ قدیم میں تھی مگر موجودہ ترقیوں کے دور میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ فاضل مصنف نے اپنی مسلمہ ذہنی اور قلمی توانائی کے ساتھ اس سوال کا مضبوط و مستحکم جواب تحریر فرمایا ہے۔

امید ہے کہ افرادِ ملت اس رسالہ کی کثیر کاپیوں کو خرید کر ان حلقوں میں تقسیم فرمائیں گے جن میں اس کی زیادہ ضرورت ہے۔ والسلام

خادمِ ملت
سید ابن حسین نقوی عفی عنہ
آنریری سکریٹری امامیہ مشن
لکھنؤ

(محرم ۱۳۸۰ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کی ضرورت

اہل مغرب کا خیال ہے کہ عصر حاضر کا انسان مذہب سے
بے نیاز ہے وہ دن بیت گئے جب انسان دین کا محتاج تھا۔ انھوں
نے حیات انسانی کے سلسلہ دار تین دور قرار دیئے ہیں۔ دور جہالت
خرافت دور مذہب و دیانت دور علم و معرفت۔

مغرب مذہب دشمنی کی اس راہ پر اپنی طبعی رفتار سے نہیں گیا
ہے۔ اس کا باعث وہ عظیم کش مکش ہے جو علم و کلیسا کے درمیان
پ میں کبھی ہو چکی ہے۔ اس تصادم نے انھیں ایک ہمہ گیر
ط فہمی میں مبتلا کر دیا ان کو اہل کلیسا کی تنگ نظری نے سرے سے
ہب کے نام سے بیزار بنا دیا۔ وہ سمجھے کہ دین بلحاظ ذہنی ماندگی
افت و رجعت پسندی کا دوسرا نام ہے یہ میل اہل مغرب کی اکثریت
پنے ساتھ بہا لے گئی۔ سارے ماحول پر بتمام و کمال مادیت و الحاد کا
چڑھ گیا۔

مذہب دشمنی کی اس وبا کا دائرہ کشادہ سے کشادہ تر ہوتا چلا گیا رفتہ رفتہ مسلمان بھی کہنے لگے کہ ترقی و کامیابی کا خواب بلا مذہب سے جدا ہوئے شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ہمیں مغرب کی طرح دین کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھنا چاہیئے اسلام ایک کہنہ و فرسودہ مذہب ہے۔ علم و سائنس کے موجودہ روشن زمانہ میں اسلام کی چنداں ضرورت نہیں ہے ہر شئے کی ایک معین عمر ہوتی ہے اسلام اپنی زندگی کے دن پورے کر چکا ہے اُسے حیات انسانی کی تعمیر میں جتنا حصہ لینا تھا وہ لے چکا اب اسلام کی جگہ علم نے لے لی ہے اس کا دائرہ ہدایت مذہب سے وسیع تر ہے۔

درحقیقت یہ آوازیں اُنھیں لوگوں کے ذہن سے نکلتی ہیں جو اسلام کے اساسی مقاصد سے کامل واقف نہیں ہیں انھوں نے اسلامی مطمح نظر کا دائرہ بہت تنگ اور مختصر فرض کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ اسلام کو ان مفروضہ مقاصد میں جس حد تک کامیابی ہو سکتی تھی ہو چکی مزید توقع فضول ہے۔

اسلام بت پرستی کا سد باب کر کے انسان کے سر کو خدائے یکتا کی بارگاہ میں جھکانا چاہتا تھا اپنے مقصد میں اسے کامیابی حاصل ہو چکی اس کے آنے سے پہلے عرب متفرق باہم دست و گریباں قبائل میں

منقسم تھے اسلام نے الفت و برادری کے جذبات پیدا کر کے
انھیں ایک قوم کی شکل دے دی۔ شراب نوشی، قمار بازی،
جنگ جوئی اور دختر کشی اُن کا عام مشغلہ تھا اسلام نے انھیں
ان عادات سے روکا۔ کہیں کامیابی ہوئی کہیں نہیں ہوئی۔
اس کے معنے یہ ہیں اسلامی تحریک اپنے نقطہ انتہا تک
پہونچ چکی ہے اس کے مختتم نتائج آنکھوں کے سامنے ہیں
ضرورت ہے کہ اب ہم اپنے موجودہ مسائل زندگی کے حل میں
تازہ علمی اصول و مبادی کو رہنما قرار دیں۔

آج کل کا ذہنی بہاؤ اسی سمت میں ہے یہ خیالات صاف
بتلا رہے ہیں کہ دنیا ابھی اسلام کے بنیادی مطمح نظر سے
ناآشنا ہے آئیے ہم اور آپ مل کر روح اسلامی کو سمجھنے کی
کوشش کریں یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام نام ہے ہر اُس
اقتدار ارضی سے آزادی کا جو انسان کو راہ خیر میں ترقی
سے روکے اسلام نام ہے ان ہوسناک انسان نما شیطانوں
کے شکنجۂ اقتدار سے نجات کا جو نوع انسانی کو ڈرا دھمکا کر
اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں وہ جن کے شاہانہ احکام حق و
انصاف سے پوری ٹکر لیتے ہیں وہ جو انسانوں کی عزت

نفس، خودداری، آزادی فکر، جان و مال پر ڈاکہ ڈالتے ہیں اسلام ان باطل طاقتوں کے مقابل ذہن انسانی میں خدائے مالک الملک کا تصور پیدا کرتا ہے۔ وہ انسان کو اس کی شخصیت کا شناسا بتاتا ہے کھلی لفظوں میں اُس کا اعلان ہے کہ انسان پر خدا کے علاوہ کسی کو حکومت کا حق نہیں ہے یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اسلام لا الٰہ الا اللہ کے ذریعہ فقط چوب و سنگ کے بنے ہوئے بتوں کی معبودیت کا انکار کرتا ہے۔ نہیں اسے اللہ احد کے سوا کسی طاقت کے سامنے انسان کا جھکنا پسند نہیں ہے۔ اسلام خدا کی بارگاہ میں بھی سر جھکانے کی دعوت نہ دیتا اگر یہ انسان کی شرافت نفس کا ذاتی تقاضا نہ ہوتا۔

آج جب کہ مسلمان کو اپنے دام بندگی میں اسیر کرنے کے لئے ہر طرف سے ڈورے ڈالے جا رہے ہیں آج جب کہ سارے اسلامی ممالک بیرونی طاقتوں کے رحم و کرم پر زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔

آج جب کہ مسلمانوں کی ذاتی دولت ڈھونڈ ڈھونڈ کر دول خارجیہ اپنے گھروں کو بھر رہے ہیں۔ آج جب کہ سرمایہ دار عزدوروں

کا خون چوس کر اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔

آج جب کہ استعمار کی جڑیں اکثر مسلمان ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں کیا اسلام کے اس اعلان کو دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان پیدائشی طور پر ہر اقتدار ارضی سے آزاد ہے؟

یہی وقت ہے کہ ہم وحدت اسلامی کے جھنڈے کے زیر سایہ خارجی طاقتوں کی کثافت سے اپنی زمین کو پاک کر دیں اُن کے خبیث و منحوس پنجۂ اقتدار سے اپنی جان و مال، عزت و آبرو، عقیدۂ فکر کو چھڑا لیں۔

یقیناً اس اقدام سے نہ صرف مسلمانوں کو فائدہ پہونچے گا بلکہ سارے عالم کے واسطے امن و سلامتی کا یہ پیغام ہوگا۔ اس وقت تمام دنیا دو بڑے متخالف طبقوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اشتراکیت و سرمایہ داری یہ دونوں برابر کی قوتیں ہیں۔ جو ہمہ وقت باہم دست و گریباں ہیں۔ ان کے درمیان تصادم و رقابت اس کمزور طبقہ کی بدولت ہے جس پر ہر ایک اپنا اثر و نفوذ قائم کرنا چاہتا ہے اگر عالم اسلامی اپنا کھویا ہوا حقیقی استقلال واپس لے لے تو اس سے دُہرا فائدہ ہوگا ایک یہ کہ ان دونوں متخالف عنصروں کے لیے وجہ رقابت باقی نہ رہے گی۔ دوسرے یہ

کہ کبھی تصادم کمزور قوی کے درمیان نہیں ہوتا ہے دانشمند حریف مقابل میدان میں اسی وقت اُترتے ہیں جب دونوں کی طاقت ایک دوسرے کے لگ بھگ ہو۔ یہ تیسرا طبقہ اُن متصادم قوتوں کے توازن کو برابر نہیں ہونے دیگا۔ وہ جس کی طرف جھکے گا اسی کا پلہ گرانبار ہو جائے گا۔ اسی طرح امن عالم برقرار رہے گا اور نوع انسانی ہوس و اقتدار کی آگ کا ایندھن نہ بن سکے گی۔

اسلام وہ حریت پسند مذہب ہے جو کسی بیرونی طاقت کا کیا ذکر انسان کو خود اُس کی نفسانی خواہشوں کی غلامی میں بھی نہیں دینا چاہتا اس کی سچی تمنا ہے کہ انسان جذبات ہوا و ہوس کے ساتھ خواہش ذلیست تک کی قید و بند سے آزاد ہو جائے اس کی نظر میں اس زندگانی دنیا کی اپنی حریت ضمیر کے مقابل کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

باطل قوتیں انسان کا سر اپنے سامنے جھکانے کے لیے اُس کے نفسانی خواہشات کو بھی آلہ کار بناتی ہیں۔ زر، زن، زمین کی طمع دلا کر کبھی ضمیر کی خریداری ہوتی ہے۔ حق سے منحرف کرنے میں جب تمام وسائل ناکارہ ثابت ہو جاتے ہیں تو آخر میں قتل

کی دھمکی دی جاتی ہے اسلام انسان کو ہمت دلاتا ہے وہ کہتا ہو کہ اس تہدید و تخویف کے مقابل سپر انداختہ نہ ہونا چاہیئے سر جاتا ہے تو جائے لیکن وہ باطل کے سامنے نہ جھکے۔ انسان کو حفاظت حق کی خاطر ہر قربانی کے لیئے تیار رہنا چاہیئے۔

قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموہا و تجارۃ تخشون کسادہا و مساکن ترضونہا احب الیکم من اللہ و رسولہ و جہاد فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یہدی القوم الفاسقین (سورہ توبہ ۲۴)

"اے رسولؐ مسلمانوں سے کہدو کہ اگر تمھیں اپنے آباد اجداد اپنے بچے، اپنے بھائی، اپنی بیویاں، اپنے اعزا، اپنی کمائی ہوئی دولتیں، اپنی تجارت جس کے ناکام ہونے سے تم ڈرتے ہو، اپنے پسندیدہ مکانات خدا اُس کے رسولؐ اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ چہیتے ہیں تو امر الٰہی و موت کا انتظار کرو خداوند عالم فاسقوں کو منزل مقصود تک ہرگز نہیں پہونچائے گا۔"

بے شک نفس انسانی نگاہ خالق میں چونکہ اپنی جگہ باقیمت ہے لہٰذا اسے ضائع نہ ہونا چاہیئے۔ اپنے نفس اور اس مقصد کے درمیان توازن کی ضرورت ہے جو قربانی کا طالب ہو موازنہ کے بعد

اگر پلۂ مقصد گرانبار نکلے تو انسان کا جان دے دینا حیات جاوداں کا ضامن ہے۔

خواہشات نفسانی سے آزادی کی حمایت میں اسلام کے پیش نظر دو فائدے ہیں۔ ایک وہی کہ انسان طاغوتی و جبروتی طاقتوں کا آلۂ کار نہیں بنے گا بلکہ وقت آنے پر اُن کا پرشباب مقابلہ کر سکے گا دوسرے یہ کہ اُسے نفس کی تابعداری سے چھٹکارا پاکر اپنی اور اپنی قوم کی ترقی کے لیئے کام کرنے کا موقع مل جائے گا۔

جذبات کے دریا میں غرقاب انسان کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ میں نسبتہً لذات دنیا سے زیادہ لطف اندوز ہو رہا ہوں وہ نہیں جانتا کہ یہی ہوس رانی عنقریب بدبختی و محتاجی کا ایک السیاطوق اس کو پہنادے گی جس سے کبھی خلاصی ممکن نہ ہوگی خواہش و ہوس کی پیاس کبھی بجھتی نہیں ہے اس میں برابر دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی رہتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ وقت آجاتا ہے کہ انسان کے فکر و عمل کی ساری توانائیاں اُنھیں خواہشات کی شکم پری میں صرف ہوتی ہیں وہ ایک بہیمانہ زندگی گزارتا ہے اسے جامعہ انسانی کے مسائل سے نہ کوئی دلچسپی رہ جاتی ہے

اور نہ وہ اس بارے میں کچھ کر سکتا ہے۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ عیش و عشرت کی دلدادہ قومیں انسانیت کی کبھی کوئی خدمت نہیں کر سکیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ترقی کے بجائے آخر میں انھیں اپنی آزادی تک سے دست بردار ہونا پڑا۔ روم، یونان اور فارس کے اقبال و حشم کو کس نے لوٹا۔ گزشتہ جنگ عظیم میں بلند و بالا دعوے کرنے کے بعد فرانس کا کیا حشر ہوا، تاریخ دول و اقوام میں ایک دو نہیں سیکڑوں مثالیں ملیں گی ہوا و ہوس کی بندگی کے بعد کوئی قوم پنپ نہیں سکی

یہی راز تھا کہ اسلام نے خواہشات نفسانی سے انسان کو آزادی دلانے میں پوری کوشش کی۔ اس کے لیے ایک راستہ یہ تھا کہ وہ زندگی کی تمام لذتوں پر قدغن کر کے انسان کو ان سے محروم کر دیتا ہے اسلام نے اس راہ کو اختیار نہیں کیا اس نے ہر شخص کو لذات حیات کی ایک معقول مقدار سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی۔ کلوا و اشربوا و لا تسرفوا کھاؤ پیو مگر حد سے زیادہ نہ بڑھو اس کے ساتھ مذہب نے ہدایت کر دی کہ تمھاری ذہنی و عملی ساری طاقتوں کو نوع انسانی کی فلاح و بہبود اور اعلاء کلمہ حق میں صرف ہونا چاہیے۔ فرد و جماعت کے

حقوق میں توازن کا یہ وہ بلند نظریہ ہے جس کا فن تنہا مالک، بس اسلام ہے۔

کیا انسان نفسانی خواہشوں کے شکنجے سے اب نکل آیا ہے؟ کیا اس کی صلاحیت و توانائی کا بیشتر حصہ جامعہ بشریت کے سود و بہبود میں صرف ہونے لگا ہے؟

یقیناً ان سوالوں کا جواب نفی میں ملے گا۔ پھر یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ اسلام چودہ سو برس پہلے کے انسان کا دستور حیات ہے۔ جو وہ مشکلات زندگی کے حل میں ہمیں اس کی رہنمائی کی ضرورت نہیں ہے۔

اسلام کے غیر ضروری ہونے کا نعرہ بلند کرنے والوں نے یہ مانا ہے کہ وہ جہالت و خرافت کے دور کی پیداوار نہیں ہے بلکہ اس نے نوع انسانی کو جہالتوں اور خرافتوں سے نجات دی ہے ان کی نوعیت مختلف تھی۔ بعض عوام کی تراشی ہوئی تھیں اور کچھ احبار و رہبان کے اختراع ذہنی تھیں۔ انسانیت کا سر اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے چوب و سنگ کے بے شعور بتوں کے سامنے جھکا ہوا تھا۔ اسلام نے بشریت کا سر بلند کر دیا۔ اس نے حقائق کائنات میں غور و فکر کی دعوت

دی۔ وہ منفرد دعوت جس میں عقل و مذہب اور علم و دین کے درمیان
کوئی تصادم نہیں ہوتا۔ اب نہ ایمان باللہ کے معنے خرافت و
جہالت کے ہیں اور نہ حقائق علم کا ماننا کفر باللہ کے مرادف ہے۔
اسلام نے پہلی مرتبہ ذہن انسانی میں راسخ کیا کہ ہر وہ حقیقت
جس کا انسان انکشاف کرے اللہ کی توفیق و امداد کا نتیجہ ہے
اس لیے وہ شکر و عبادت کا مستحق ہے یہ سارا عالم اور اس کے
پوشیدہ فوائد انسان کے فائدہ اٹھانے کے لیے خلق ہوئے ہیں۔
جہالت و خرافت غیر معقولیت و نامنطقیت کو کہتے ہیں اس
کا احاطہ بہت وسیع ہے جس سے انسان اس وقت بھی باہر نہیں
نکل سکا ہے۔ تقریباً نصف عالم ہندوستان چین اور مختلف
نقاط ارض میں بت پرستی کا آج بھی شکار ہے اس کے علاوہ
دنیا کا دوسرا نصف حصہ ایک دوسری خرافت میں مبتلا ہے
اس خرافت کا نام سائنس ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ سائنس علم و
معرفت کا زبردست ذریعہ ہے اس نے نوع بشری کو ترقی و
تمدن کی راہ میں بہت آگے بڑھایا ہے ہم سائنس کے مخالف
نہیں ہیں لیکن وسائل معرفت کو اسی میں محدود نہیں سمجھتے ہم اس
کو خدائے وحدہ لاشریک کا درجہ نہیں دے سکتے۔ اہل مغرب نے

بشریت کی فکری جولانیوں کو میدان حواس میں محدود بنا دیا ہے جہاں بس علم تجربی کام کر سکتا ہے یہ میدان اپنی جگہ بہت کشادہ سہی لیکن انسان کی نظری و علمی صلاحیتوں کے لیے ناکافی ہے جب کہ انسان کی علمی قوت حواس کی چار دیواری میں محدود نہیں ہے تو دنیا کو کیوں اصرار ہے کہ ہر چیز کو ہم علم تجربی ہی کے ذریعہ مانیں گے یہی اصرار نامعقولیت ہے جس کا دوسرا نام خرافت و جہالت ہے دنیا کو ان خرافتوں سے آزاد ہونے کے لیے اسلام کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح عبودیت اصنام سے چھٹکارے کے واسطے تیرہ سو برس پہلے احتیاج تھی۔

حالیہ مسائل زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس کے لیے دین اسلام میں ہدایات نہ موجود ہوں۔ اسلام محض عقیدہ رد تھی۔ تہذیب اخلاقی اور دعوت فکری کا نام نہیں ہے وہ ایک مکمل قابل عمل دستور زندگی ہے۔ اس نے سیاسی، اقتصادی، معاشی اجتماعی ہر میدان میں نوع انسانی کی تشفی بخش رہنمائی کی ہے وہ منفرد رہنمائی جس میں فرد و جماعت، علم و شریعت، عمل و عبادت، دنیا و آخرت باہم وابستہ و مرتبط ہیں۔ یہاں موقع نہیں ہے کہ ہم نظام اسلامی کے متعلق مفصل بحث کر سکیں صرف چند اساسی

حقائق و نکات کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) اسلام محض فکری و نظری مذہب نہیں ہے وہ ایک نظام عملی ہے جو انسانی ضروریات و نفسیات کا جائزہ لے کر مرتب کیا گیا ہے۔

(۲) اسلام نے اس نظام زندگی کی تشکیل میں ہر نقطہ پر اعتدال انصاف اور توازن کا لحاظ کیا ہے۔ سب سے پہلے اس نے جسم و روح کے تقاضوں میں توازن قائم کیا۔ دونوں کے واسطے حدود معین کر دیئے۔ ان حدود میں ایک کو دوسرے کی مزاحمت کا حق نہیں ہے۔ اسلام انسان کو نہ حیوان کی طرح مادی اور مطلق العنان بنانا چاہتا ہے اور نہ فرشتوں کی طرح خالص روحانی مادیت سے الگ تھلگ رکھنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد ہے کہ انسان کے قدم ایسے وسطی نقطہ پر ہوں کہ جسم و روح کے درمیان کوئی کشمکش نہ ہونے پائے۔

اس کے بعد اسلام نے فرد و جماعت کے مطالبات میں باہم توازن قائم کیا۔ ہر ایک کے حقوق مقرر کر دیئے۔ نہ ایک فرد دوسری فرد کے ساتھ زیادتی کر سکتی ہے۔ نہ جماعت کو فرد کی حق تلفی کا موقع دیا جا سکتا ہے۔ نہ فرد جماعت اور اس کے

مفاد پر مسلط ہو سکتی ہے۔ نہ ایک طبقہ دوسرے طبقہ کے حقوق غصب کر سکتا ہے۔ نہ ایک قوم دوسری قوم پر ظلم و تعدی کی مجاز ہے مذہب کا دستور اور اُس کے تعزیرات ان سب کے درمیان تصادم سے مانع ہیں۔

انسان مختلف عناصر کا مجموعہ ہے۔ وہ مادی و اقتصادی ضروریات کے ساتھ خالص روحانی و انسانی مقتضیات بھی رکھتا ہے اس کے لیئے مفید ترین نظام حیات وہ ہوگا جو اس کی زندگی کے ہر پہلو کی ہمہ گیر و جامع نگرانی کر سکے۔

نظام اشتراکیت انسان کی صرف اقتصادی و مادی مشکلات کا حل پیش کرنے کا دعوے دار ہے۔ اس کے پاس اسکی روحانی و انسانی پیاس بجھانے کا کوئی سامان موجود نہیں ہے۔ یوں تو اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب انسان کے خواہشات روحی کی سیرابی کا اپنے ساتھ سامان رکھتے ہیں مگر وہ ہمارے ہاتھ میں کوئی ایسا مکمل دستور نہیں دیتے جس کو ہم اپنے اقتصادی اجتماعی اور سیاسی مسائل میں رہنما بنا سکیں۔

(۳) اسلام کے نظام اجتماعی و اقتصادی کو انفرادی و استقلالی حیثیت ہے۔ دنیا کے موجودہ نظاموں میں کوئی تمام و کمال

اس کے مطابق نہیں ہے وہ سرمایہ داری و اشتراکیت کے متوسط تیسرا نظام ہے۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کچھ اچھائیاں رکھتا ہے اور کچھ برائیاں اسلام ان دونوں کے محاسن کا جامع ہے۔

اسلام میں فرد کو اساسی حیثیت نہیں دی گئی ہے۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ فرد کے اوپر جماعت کے حقوق کو بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ یوں ہی وہ مشرقی یورپ کی طرح جماعت کے مفاد پہ فرد کو بھی قربان نہیں کرسکتا۔ وہاں فرد ہوا میں مختصر ایک حقیر ذرہ ہے۔ وہ جماعت سے اپنے حقوق کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں رکھتی ہے۔ یقیناً حریت فرد کی یہ حدبندی اس کی آزادی کو بحال رکھنے کی غرض سے کی گئی ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زر، زن، زمین اکثر و بیشتر مفاسد کی اصل اصیل ہے۔ نوع انسانی کو ان خاروں سے بچانا ضروری ہے اس کے لیئے اس کے جذبۂ انسانیت کی حفاظت کرتے ہوئے کوئی تدبیر نکالنا چاہیئے انسان کا جوہر امتیازی ہے اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ برائیوں سے بچنا۔ بلاشبہ اشتراکیت اس کو سرمایہ داری کے مفاسد سے بچاتی ہے

لیکن انسان کی قوت اختیار کو چھین کر۔ بھلا بتایئے اس میں انسان کی خصوصیت کیا۔ اس طرح تو جانور کو بھی برائی سے روکا جاسکتا ہے۔

اس کے بالمقابل اسلام ایک فطری، معتدل اور متوازن نظام ہے اس کو فرد وجماعت دونوں کے حقوق کا لحاظ ہے۔ وہ فرد کی محدود آزادی کا قائل ہے وہ اس کی قوت اختیار کو سلب نہیں کرتا ہے۔ بے شک اس نے اپنے اقتدار اعلیٰ کے نمائندہ کو نگراں بنادیا ہے کہ وہ قانون عدالت اجتماعیہ کا نفاذ کرتے ہوئے فرد کو جماعت پر مسلط نہ ہونے دے اس کے نزدیک ہر شخص وہاں تک آزاد ہے کہ اُس کی شخصی آزادی دوسروں کے حقوق میں خلل انداز نہ ہو۔ اس کی بابت تاریخ میں پیغمبر اسلام کے ارشادات اور آپ کے فیصلے محفوظ ہیں۔ سمرۃ ابن جندب کا ملوک درخت ایک مرد انصاری کے گھر میں تھا سمرۃ بلا اجازت حاصل کیے اپنے درخت کے پاس آتے جاتے رہتے تھے۔ انصاری نے سمرۃ سے کہا کہ آواز دے کر گھر میں داخل ہوا کرو۔ اُنھوں نے انکار کیا۔ بات جناب رسالت مآبؐ تک پہونچی۔ آپ نے سمرۃ

سے فرمایا کہ اجازت لے لیا کرو، انھوں نے قبول نہیں کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تم اس درخت کو فروخت کر ڈالو۔ سمرۃ راضی نہیں ہوئے رسولؐ نے یہ دیکھ کر سمرہ سے فرمایا اراک باسمرۃ الامضار اً سمرۃ تم دوسرے کو ضرر پہونچا رہے ہو۔ پھر آپ نے اس مرد انصاری کی طرف مخاطب ہو کر حکم دیا۔ "اذھب فاقلعھا وارم بھا وجھہ فانما لاضرر ولاضرار فی الاسلام۔ جاؤ اس درخت کو اکھاڑ کر اس کے منھ پر پھینک دو کیونکہ اسلام کسی ضرر رسانی کو برداشت نہیں کر سکتا ہے۔"

ایک دو نہیں نظام اسلامی میں بکثرت موارد ملتے ہیں۔ جہاں اس نے مفاد اجتماعی کو منفعت شخصی پر مقدم کیا ہے اس نے ظلم کی مطلقاً اعانت کو حرام قرار دے دیا خواہ انسان کو اس سے کیسا ہی عظیم شخصی فائدہ ہو رہا ہو۔ اموات کی تغسیل و تکفین و تدفین پر اجرت لینے کی ممانعت کر دی۔ نماز میں اذان اطلاع عام کے لیئے کہی جاتی ہے۔ شریعت نے اسکی اُجرت کو ناجائز کر دیا۔ قاضی دوسروں کے قضایا کا فیصلہ کرتا ہے۔ اس کے لیئے اس سلسلہ میں رشوت کا کیا ذکر اجرت تک لینا جائز نہیں ہے۔ صاحبان اقتدار کے لیئے کمزور عوام کے اموال پر

قبضہ کر لینا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اسلام ان کے دیے ہوئے تحفہ، عطیہ اور انعام کا لینا حرام سمجھتا ہے۔

عام دستور ہے کہ جب کوئی چیز بازار میں نایاب ہونے لگتی ہے تو سوداگر اس کو ذخیرہ کر لیتے ہیں وہ انتظار کرتے ہیں کہ جب یہ بازار سے بالکل مفقود ہو جائے گی تو قیمت بڑھا کر فروخت کریں گے۔ اصطلاحاً اس عمل کو احتکار کہتے ہیں اسلام کو یہ بیجا نفع اندوزی پسند نہیں ہے وہ ان تاجروں کو بیچنے پر مجبور کرتا ہے اس کے لیے یہ ناقابل تحمل ہے کہ چند آدمیوں کے فائدہ کی خاطر پوری جماعت کو پریشانی میں دیکھے۔

نوع انسانی کو یہ ہدایات اسلام نے اُس وقت سے دیے جب عدالت اجتماعیہ کا کوئی مفہوم اُن کے ذہن میں نہ تھا اس نے اس نظام اقتصادی کی تشکیل و تدوین اُس وقت کی جب ان کے دماغ اس کے تصور سے بالکل سادہ تھے۔

انسان اپنے تمام علم و معرفت کے بعد عالم اجتماع و اقتصاد میں دو نظام پیش کر سکا ہے۔ سرمایہ داری اور اشتراکیت اسلام اپنی جامعیت کی بدولت ان دونوں سے برتر ہے۔

کارل مارکس نے انسان کی بنیادی ضرورتوں کا ذمہ دار

حکومت کو قرار دیا ہے۔ غذا، جائے سکونت اور جنسی سیرابی کا انتظام اُس کی طرف سے ہونا چاہیئے۔ یہ اسلام کے تیرہ سو برس پہلے منشور عام پیغام کا ایک جز ہے۔ رسول اسلام کا اعلان ہے۔ من کان لنا عاملا ولم یکن لہ زوجۃ فلیتخذ زوجۃ ولیس لہ مسکن فلیتخذ لہ مسکنا ولیس لہ خادم فلیتخذ لہ خادما ولیس لہ دابۃ فلیتخذ لہ دابۃ۔

"جو شخص ہمارا کام کرے اور نا کتخدا ہو اُس کی شادی ہونا چاہیئے۔ رہنے کے واسطے گھر نہ ہو تو اُس کا انتظام ہونا چاہیئے۔ خادم اور سواری کی ضرورت ہو تو وہ مہیا کرنا چاہیئے۔

یہ کھلا ہوا عام ارشاد ہے۔ اس میں حکومت کے وہ تمام ملازمین داخل ہیں جو مختلف شعبوں میں خدمات پر مامور ہوں۔ یہ ان عمال کو بھی شامل ہے جو حکومت اسلامی کی طرف سے قائم کردہ کارخانوں میں کام کریں۔ یہ اشتراکیت کا وہ رُخ ہے جو نظام اسلامی کے موافق ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتوں میں دونوں کے درمیان شدید تصادم بھی ہے۔

نظام اسلامی کے یہ چند پہلو تھے جن کی بابت اجمالاً کچھ عرض کیا گیا۔ انصاف کیجئے کہ وہ مذہب جو حیات بشری کے

اس چوڑے چکلے میدان کا مکمل احاطہ کیے ہو۔ وہ مذہب جو
نوع انسانی کے افکار و خیالات، اعمال و عبادات، اقتصادیات
و اجتماعیات، سیاسیات و معاشیات کا جامع دستور العمل ہو
کیا اُس سے دنیا کبھی بے نیاز ہو سکتی ہے؟

آج جب کہ امریکہ اور جنوبی افریقہ میں قومی عصبیت نے
وحشیانہ شکل اختیار کر لی ہے اسلام کی شدید ضرورت ہے
وہ اسلام جس نے تیرہ سو برس پہلے کالے اور گورے،
غلام اور مالک کے درمیان عملاً مساوات کی مثال قائم
کر دی۔ مساوات کا کیا ذکر اُس نے زید بن حارثہ اور
ان کے بیٹے اسامہ کو مہاجرین و انصار کی فوج کا سالار
بنا دیا۔ رسولؐ نے فرمایا اسمعوا واطیعوا ولو استعمل علیکم عبد حبشی
کانّ راسہ زبیبتہ ما اقام فیکم کتاب اللہ تبارک و تعالےٰ۔

آج جب کہ ہر طاقت ور سلطنت کا مطمح نظر ملک گیری بنا
ہوا ہے کمزور انسانیت کی نگاہیں اسلام کے چہرہ پر ہیں۔ وہ
اسلام جس نے نفع اندوزی کی خاطر ملک گیری کو ناجائز قرار
دیا ہے۔ وہ دیکھیے رسولؐ اسلام مکہ معظمہ میں عظیم فوج کے ساتھ
داخل ہو رہے ہیں اہل مکہ کو اپنی سلطنت منوانے کے لیے نہیں

بلکہ اُن میں نشرِ دعوت کی غرض سے دنیا کے استجاب کی کوئی حد نہیں رہتی جب رسولؐ اپنے خون کے پیاسوں سے مخاطب ہوکر فرماتے ہیں۔ اذھبوا انتم الطلقاء۔

آج جب دُنیا کی اکثریت سرمایہ داری کے مہلک مفاسد میں مبتلا ہے کیا اس نظام اسلام کی ضرورت نہیں ہے جس نے سود خوری اور ذخیرہ اندوزی کو حرام کر دیا ہے ان دونوں پر اس وقت سرمایہ داری کا دار و مدار تھا۔

آج جب کہ اشتراکیت کی وجہ سے مادیت و الحاد نے سارے عالم میں اپنا اثر قائم کر لیا ہے روحانیت اسلام کا پیغام سننے کے لئے گوش بر آواز ہے۔ وہ نظام اسلام جو روحانیت کے چشموں کو خشک کئے بغیر جماعت کے ان تمام اقتصادی ضروریات کی کفالت کر لیتا ہے جس کے لئے نظام اشتراکیت کو اختراع کیا گیا ہے۔

آج جب کہ دُنیا خوفناک عالم گیر آتش جنگ سے سہمی ہوئی کھڑی ہے امن و سلامتی برقرار رکھنے کے لئے ضرورت ہے کہ مسلمان اسلام کی آواز واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا پر سمٹ کر ایک جھنڈے کے نیچے آجائیں

اس تیسری قوت کے وجود میں آجانے کے بعد امریکہ اور روس
کے درمیان تصادم کا امکان کم ہو جائے گا۔ یہ خیال غلط
ہے کہ دنیا کو اب اسلام کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ بشریت
اپنے حال و مستقبل میں اسلام کی اسی طرح محتاج ہے جس
طرح ماضی میں تھی۔

پبلشر مرزا حیدر حسین اسسٹنٹ سکریٹری امامیہ مشن لکھنو